رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۴۱۱

پورٹ بکس نمبر ۷۳۹۴ کراچی ۳

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا روزنامہ

المصلح

فی پرچہ ۱ر

جمعہ

۲۳ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ

ایڈیٹر۔ عبد القادر بی۔ اے

جلد ۷ | ۲۹ صلح ۱۳۳۳ ھش - ۲۹ جنوری ۱۹۵۴ء | نمبر ۲۲

ملکی ترقی کے لئے برآمدی تجارت میں توسیع ضروری ہے

سڈنی کانفرنس سے واپسی پر مسٹر محمد علی کا بیان

کراچی ۲۸ جنوری۔ پاکستان کے وزیر خزانہ مسٹر محمد علی نے کہا ہے کہ ملکی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ملک کی برآمدی تجارت میں توسیع کی جائے۔ مسٹر محمد علی سڈنی میں ہونے والی دولت مشترکہ کے وزرائے خزانہ کی کانفرنس میں شرکت کے بعد رات کراچی واپس پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ برآمد بڑھانا ہمارے اولین مقاصد میں سے ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ سڈنی کانفرنس میں پاکستان نے جو نقطہ ہائے نظر پیش کئے ان پر ہمدردی سے غور کیا گیا۔ اسٹرلنگ کو دوسرے سکوں میں تبدیل کرنے کے امکان کے متعلق انہوں نے کہا کہ اس کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ امریکہ اس بارہ میں کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔

سلسلہ احمدیہ کی خبریں

ربوہ ۲۴ جنوری (بذریعہ ڈاک) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو کھانسی کی تکلیف ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا کرتے رہیں۔

واشنگٹن ۲۸ جنوری۔ ترکی کے صدر جلال بایار کل نیویارک سے واشنگٹن پہنچے۔ واشنگٹن میں انہوں نے اخباری نمائندوں سے کہا کہ ترکی نے امریکہ سے مل کر آزادی کا صحیح طریقہ اختیار کیا ہے۔

پاکستان کی معیشت اب مشکلات کے دور میں سے گزر چکی ہے

اب ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہونے کی توقع ہے۔ گورنر جنرل کی تقریر

کراچی ۲۸ جنوری۔ پاکستان کے گورنر جنرل جناب غلام محمد نے کہا ہے کہ پاکستان کی معیشت اب مشکلات کے دور میں سے گزر چکی ہے۔ اور اب پاکستان کے عوام کو یقین رکھنا چاہیئے کہ ملک کی اقتصادی حالت بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائیگی۔ ایسوسی ایٹڈ چیمبرز آف کامرس کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے گورنر جنرل نے ملک کی اقتصادی صورت حال پر تبصرہ فرمایا اور کہا اقتصادی مشکلات پر اب قابو پایا جا چکا ہے۔ پٹ سن کی پیداوار اور اس کی تجارت تسلی بخش ہے۔ آپ نے روئی کی فی ایکڑ پیداوار بڑھانے پر زور دیا اور فرمایا ہمیں بہتر قسم کی روئی پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔

برلن کانفرنس میں ایجنڈے کے سوال پر تعطل پیدا ہو گیا

تین مغربی طاقتوں نے پانچ طاقتی کانفرنس منعقد کرنے کے متعلق روس کی تجویز مسترد کر دی

برلن ۲۸ جنوری۔ برلن کانفرنس کے ایجنڈے پر چاروں طاقتوں کے وزراء خارجہ میں جو بات چیت ہو رہی ہے۔ اس میں کل تعطل پیدا ہو گیا۔ کیونکہ تینوں مغربی طاقتوں نے روس کی یہ تجویز مسترد کر دی ہے کہ ایک پانچ طاقتی کانفرنس منعقد کی جائے۔ جس میں کمیونسٹ چین کو بھی شامل کیا جائے۔ امریکی وزیر خارجہ نے اس تجویز کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس وقت پانچ طاقتی کانفرنس کے انعقاد کا تذکرہ بالکل بے معنی ہے اس وقت کانفرنس کے دوسرے معاملوں یعنی جرمنی اور آسٹریا کے مسئلوں پر غور کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا روس چاہتا ہے کہ چین کو عالمی کونسلوں میں شامل کیا جائے لیکن یہ طے کرنا اس کانفرنس کا کام نہیں۔ یہ معاملہ سفارتی ذرائع سے حل کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر ڈلس نے کہا کہ چین کو جرمنی۔ آسٹریا پر کسی قسم کا تسلط حاصل نہیں ہے۔ اس لئے اسے کسی ایسی کانفرنس میں شریک نہیں کیا جا سکتا جس کا اس سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہو۔ انہوں نے خبردار کیا کہ مغربی طاقتیں چین کو اس وقت کسی کانفرنس میں شریک نہ کریں گی جب تک کوریا میں امن و امان قائم کرنے کی بات چیت مکمل نہیں ہو جاتی۔ برطانیہ اور فرانس کے وزرائے اعظم نے بھی مسٹر ڈلس کی حمایت کی۔ فرانس کے وزیر خارجہ مسٹر بڈولت نے کہا کہ چین ہند چینی میں ویٹ منہ فوجوں کو برابر امداد دے رہا ہے جس کی وجہ سے اس علاقہ کا امن و امان غارت ہو چکا ہے اور فرانس کو زبردست نقصان پہنچ رہا ہے۔ آخر میں روسی وزیر خارجہ مسٹر مولوٹوف نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ چین کی عوامی جمہوریہ تمام بین الاقوامی معاملوں میں مصالحت کنندہ کی حیثیت سے کام کر سکتی ہے۔

اقتصادی معاملات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ تینوں مغربی وزراء خارجہ نے کانفرنس کے تین دنوں میں اقتصادی معاملات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ وہ صرف سیاسی مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں اس کانفرنس کو تین مسائل پر غور کرنا چاہیئے۔ (۱) فوجی مسائل (۲) سیاسی مسائل (۳) اقتصادی مسائل۔ مسٹر مولوٹوف نے کہا کہ یہ بات کوئی معمولی نہیں ہے کہ آٹھ کروڑ روسی اور چینی باشندوں کو عالمی منڈیوں میں آنے سے روک دیا گیا ہے۔ کانفرنس کا آج پھر اجلاس ہوگا۔ رات امریکی صدر مسٹر آئزن ہاور نے اپنی ہفتہ وار پریس کانفرنس میں بتایا کہ برلن کانفرنس کے بارہ میں امریکی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ان سے سوال کیا گیا تھا کہ پانچ طاقتی کانفرنس کی روسی تجویز کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے انہوں نے کہا کہ اس کے بارہ میں ان کا رویہ بالکل واضح ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں مسٹر ڈلس پر بھروسہ ہے۔ رات ماسکو ریڈیو نے پہلی بار برلن کانفرنس پر تبصرہ کیا۔ اس نے روس کے بارہ میں مغربی طاقتوں کے رویہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ عوامی جمہوریہ چین دنیا کی پانچویں بڑی طاقت ہے اور اسے نظر انداز کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

جنرل اسمبلی کا اجلاس طلب کرنیکی تجویز کے بارہ میں برطانیہ نے اپنا جواب سیکرٹری جنرل کو بھیج دیا

لنڈن ۲۸ جنوری۔ رات لنڈن میں برطانوی دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے بتایا کہ کوریا کے متعلق جنرل اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کی ہندوستانی تجویز کے بارہ میں برطانیہ نے اپنا جواب اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو بھیج دیا۔ اگرچہ جواب کا متن نہیں بتایا گیا مگر خیال ہے کہ برطانیہ ایسا اجلاس منعقد کرنے کے خلاف ہے۔

حادثہ ریل کے فوت شدگان کے پسماندگان اور زخمیوں کے ساتھ جماعت احمدیہ حیدر آباد کی طرف سے عملی ہمدردی کا اظہار

کوٹری اور حیدر آباد کے ہسپتالوں میں مجروحین کی عیادت و تیمار داری اور ناشتے وغیرہ کا انتظام

۲۱ جنوری گزشتہ کو پاکستان میل کے حادثہ میں جو لوگ زخمی ہوئے اور کوٹری اور حیدر آباد کے ہسپتالوں میں زیر علاج تھے۔ کل جماعت احمدیہ حیدر آباد نے پہلے سول ہسپتال حیدر آباد میں علی الصبح جا کر تمام زخمی مردوں اور عورتوں کو گرم دودھ، اوولٹین، مکھن، ڈبل روٹی اور انڈوں وغیرہ سے تواضع کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ عورتوں کے لئے یہ تمام چیزیں خاص طور پر ایک احمدی خاتون نے پیش کیں۔ علاوہ ازیں ہسپتال کے دیگر نادار اور غریب مریضوں کی بھی ان اشیاء سے تواضع کی گئی۔ اس کے بعد احمدی نوجوانوں نے کوٹری ریلوے ہسپتال میں جا کر زخمی احباب کو دودھ وغیرہ پیش کیا۔ اور جو لوگ بذریعہ کوئٹہ میل ہسپتال سے کراچی روانہ ہو رہے تھے۔ ان کو کوٹری سٹیشن پر جا کر گاڑی میں یہ چیزیں پیش کیں۔ اور ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ اور دوبارہ زندگی کے حصول پر ان کو مبارکباد پیش کی اور فوت ہونے والوں کے اقربا کے ساتھ بھی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو جزائے خیر دے جنہوں نے چندہ کر کے اس کار خیر میں حصہ لیا۔ آمین۔

خاکسار سید احمد علی مبلغ حیدر آباد سندھ

عبد القادر پرنٹر و پبلشر نے آرمی پریس میں طبع کرا کر دفتر المصلح میگزین لین کراچی سے شائع کی۔

روزنامہ المصلح کراچی ۲۹ صلح ۱۳۳۳ہش

روزنامہ المصلح کراچی
مورخہ ۲۹ صلح ۱۳۳۳ہش

مغربی تہذیب کے دورِ انحطاط کا آغاز

آج مغربی تہذیب دنیا پر غالب ہے۔ اس کے غلبہ و استیلاء کا یہ عالم ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان خواہ وہ کسی بھی قوم و ملک یا رنگ و نسل سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس تہذیب کے اس درجہ زیر اثر ہیں کہ ان کا اپنا انداز فکر یا سوچ بچار کی نہج وہی ہے جس پر خود اس تہذیب کی بنیاد قائم ہے۔ اس میں شک نہیں مختلف علاقوں کے لوگوں میں قدیم تہذیبوں کا احساس ضرور پایا جاتا ہے۔ اور ان میں ان تہذیبوں سے وابستگی اور محبت کا جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود ہے لیکن وہ تہذیبیں خود ان کے اپنے دل و دماغ پر حکمران نہیں ہیں۔ بلکہ لوگوں نے انہیں محض محبت و عقیدت اور ادب و احترام کے گنبدوں میں مقفل کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مسلمان بدھ اور اسی طرح دوسری قدیم اقوام کے لوگ گن تو اپنی اپنی تہذیبوں کے گاتے ہیں لیکن جب معاملات پر غور و فکر کے بعد عمل کرنے کا سوال آتا ہے۔ تو وہ غیر ارادی طور پر مغربی تہذیب کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے پیمانوں اور اندازوں کے مطابق قدم بڑھاتے ہیں۔ اور اسی رَو میں بہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ جس سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ان کی زبان نہیں تھکتی۔ ہمارے دل اس کو گوارا کریں یا نہ کریں۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ صورت حال ذہنی اور فکری اعتبار سے مغربی تہذیب کی حکمرانی پر دلالت کر رہی ہے۔

مغربی تہذیب کا یہ غلبہ بلا شبہ اس درجہ ہمہ گیر ہے۔ اور اس کی جڑیں اس درجہ گہری ہیں کہ اس کے مٹنے یا اس کے شکنجے سے نجات پانے کی بظاہر کوئی امید نظر نہیں آتی لیکن جس فلسفۂ حیات پر یہ تہذیب قائم ہے۔ اور گزشتہ چند صدیوں میں اس فلسفۂ حیات نے دنیا کو جن خطرناک حالات سے دوچار کر دیا ہے۔ اگر اس کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ اور قوموں کے قلوب و اذہان پر اس کا جو اثر مترتب ہو رہا ہے۔ اس کی جہت اور نوعیت کا جائزہ لیا جائے۔ تو یہ امر واضح طور پر سامنے آجاتا ہے کہ اس تہذیب کی زوال پذیری کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور اب دن بدن یہ انحطاط کی طرف جا رہی ہے۔ وہ فلسفہ حیات کیا ہے جس پر کہ اس تہذیب کی بنیاد قائم ہے؟ اس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "انقلاب حقیقی" میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور حالات و واقعات کا تجزیہ کر کے بتایا ہے کہ یہ تہذیب دنیا کو کس تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ چنانچہ حضور مختلف تہذیبوں کے عروج و زوال پر روشنی ڈالتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی بنیاد مادیت اور قوم پرستی یعنی نیشنلزم پر ہے۔ یہ دونوں چیزیں اس تہذیب کے حق میں روح اور دل کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور امن و امان کو برباد کرنے کے سلسلہ میں یہ تہذیب جو کچھ گل کھلا رہی ہے۔ وہ ان دونوں کی باہمی سازش یا کرشمہ سازی ہی کا نتیجہ ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو فساد کی اصل جڑ مادیت ہی ہے۔ کیونکہ نیشنلزم خود اسی کا مرہون منت ہے جیسا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ مادیت اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کو تسلیم نہیں کرتی۔ بلکہ اس مادی دنیا کو ہی انسان کا منتہا و مقصود قرار دے کر اس کی تمام تر جد و جہد کو ایسے افعال پر مرکوز کر دیتی ہے کہ جو محض اس دنیا میں مادی فوائد کے حامل ہوں۔ مادیت کے اس فلسفہ نے انسانوں میں خود غرضی اور قومیت کا شدید احساس پیدا کیا۔ اور انہیں مختلف جغرافیائی قومیتوں میں تقسیم کر کے آپس میں برسر پیکار کر دیا۔ اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا کر نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ ایٹم بم کی بدولت دنیا آج ایک ہیبت ناک تباہی کے کنارے آ لگی ہے۔ اور لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اب یہ اپنے انجام کو پہنچنے والی ہے۔ اس صورت حال کے پیدا ہونے کی تمام تر ذمہ داری مغربی تہذیب پر ہے کہ جس نے مادیت پر

نجات کی طرف دوڑو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

(۱) "خدا تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال اس شرط پر مانگ لئے ہیں کہ وہ ان کو جنت دیگا" (قرآن کریم)
اے مومنو کیا تم نے اپنے مالوں کا کوئی حصہ بھی تحریک جدید میں دیا ہے کہ تم خدا سے جنت مانگ سکو؟

(۲) دنیا میں آج خدا تعالیٰ کو قریباً ہر گھر اور ہر ملک سے نکال دیا گیا ہے۔ اے احمدی مخلصو! خدا تعالیٰ نے تم کو مقرر کیا ہے۔ کہ خدا کو اس کے گھر میں داخل کرو۔ کیا تحریک جدید کے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیکر تم خدا کو اس کے گھر میں داخل نہ کرو گے؟

(۳) سب سے زیادہ مظلوم انسان آج محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہر سال لاکھوں کتب آپ کے چاند سے زیادہ روشن چہرہ پر گرد ڈالنے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ اے محمد رسول اللہ کی محبت کے دعویدارو! کیا تم اس کے جواب میں اپنی جیبوں میں ہاتھ نہ ڈالوگے۔ اور تحریک جدید میں حصہ لیکر اپنی محبت کا ثبوت نہ دوگے؟

— مرزا محمود احمد —

و انسانی جد و جہد کی بنیاد رکھ کر نیشنلزم کو فروغ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب دنیا رفتہ رفتہ ان نظریات سے ہی متنفر ہوتی جا رہی ہے۔ کہ جن پر اس تمام تہذیب کی بنیاد ہے۔ دنیا کا ان نظریات سے متنفر ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فی الواقعہ مغربی تہذیب کی فرمانروائی کے دن اب تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اور بالآخر اب اس کا دور ختم ہونے والا ہے۔

چنانچہ گزشتہ جنگ عظیم میں ایٹم بم کے استعمال کے بعد (حالانکہ یہ استعمال نہایت محدود پیمانے پر ہوا تھا) متعدد کتابیں ایسی شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں نیشنلزم اور مادیت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے بین الاقوامی نظام حکومت کے قیام اور از سر نو اخلاقی اقدار کے احیاء پر زور دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر جولیس برونتھال نے اپنی کتاب Paradox Nationalism میں مغربی تہذیب کی زوال پذیری پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ ایٹم بم کی ایجاد کے بعد کہ جو خود مادیت اور قوم پرستی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا ہے۔ اب دنیا میں نیشنلزم کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ ایٹم بم نیشنلزم کے حق میں پیغام موت سے کم نہیں ہے وہ لکھتا ہے۔

"نیشنلزم کا فی نفسہٖ متناقض ہونا اس لمحہ اور بھی زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آ گیا کہ جب گزشتہ جنگ میں ایک چھوٹے سے بم نے ا ... باقی صفحہ ۸ پر

(باقی صفحہ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعجازی قوت

(از حضرت مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی)

حضرت منشی احمد دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوجرانوالہ (پنجاب) میں اپیل نویس تھے۔ وہ دراصل موضع بٹے والے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ بعد میں گوجرانوالہ مقیم ہو گئے۔ بہت مخلص اور علم دوست احمدی تھے۔ ان کی ایک بڑی لائبریری بھی تھی۔ جس کی بہت سی کتب بعد میں قادیان کی لائبریری میں بھی شامل کی گئیں۔ آپ ایک عرصہ تک نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف مالیرکوٹلہ کے ہاں بھی ملازم رہے۔ منشی صاحب ۱۹۰۵ء میں ایک دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس ان دنوں باغ میں قیام فرما تھے۔ اور حضور کا یہ حقیر غلام بھی وہیں باغ میں حضور کے قدموں میں حاضر تھا اور حضرت مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے طب کی بعض کتب بھی پڑھا کرتا تھا۔

منشی صاحب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ اپنے ایک غیر احمدی وکیل دوست کو بھی گوجرانوالہ سے لائے۔ ان کے یہ دوست شراب نوشی کی عادت کے بُری طرح شکار تھے۔ اور اس کثرت سے شراب پیتے تھے۔ کہ ان کا کسی وقت کا کھانا بھی بغیر مے خواری کے نہ ہوتا تھا۔ منشی صاحب نے ایک لمبے عرصہ تک اپنے اس دوست کی عادتِ بد چھڑانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ وکیل صاحب ان کو یہی کہتے۔ کہ اتنے لمبے عرصے سے یہ عادت میرے اندر راسخ ہو چکی ہے کہ اب اس کا ترک کرنا میری ہمت اور طاقت سے باہر ہے۔ منشی صاحب رضی اللہ عنہ اس خیال سے کہ قادیان میں حضرت اقدس علیہ السلام اور دوسرے بزرگوں کی دعا و برکت سے شاید وکیل صاحب اس عادتِ بد کو چھوڑ سکیں۔ ان کو قادیان لائے تھے۔

ان دنوں باغ میں حضرت مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ قرآن کریم کا درس بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ بعد نماز عصر درس دینے لگے۔ تو منشی صاحب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ میں اپنے ساتھ ایک غیر احمدی دوست کو بھی لایا ہوں۔ ان کو مے نوشی کی پرانی عادت ہے۔ آپ درس میں بادہ نوشی کی مضرتوں اور نقصانات پر بھی مفصل روشنی ڈالیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دوست آپ کی وعظ و نصیحت اور توجہ سے اس عادت کو ترک کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ اتفاق سے درس بھی آیت یسئلونک عن الخمر الخ والے رکوع سے شروع ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ نے شراب کی مضرتوں اور نقصانات کو پوری شرح و بسط سے بیان فرمایا۔ اور روحانی اخلاقی۔ اقتصادی تمدنی اور طبی اعتبارات سے اس مسئلہ پر بہت عمدگی سے روشنی ڈالی۔ حضرت کا درس بہت ہی پُر تاثیر اور فائدہ بخش تھا۔

جب درس ختم ہوا۔ تو منشی صاحب نے اپنے وکیل دوست سے جو حلقۂ درس میں بیٹھا ہوا تھا۔ دریافت کیا کہ کیا آپ کو بھی اس درس سے کوئی فائدہ پہنچا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ شراب کی مذمت میں جو کچھ میں نے آج حضرت علامہ کی زبان سے سنا ہے۔ واقعی اس سے قبل میرے سننے میں نہیں آیا۔ اور مجھ پر یہ واضح ہو گیا ہے۔ کہ شراب خوری بہت نقصان رساں اور مضر ہے۔ لیکن جب میں نے اپنے نفس سے اس بارہ میں پوچھا۔ تو اس کو اس پرانی عادت کے ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں پایا۔ ع

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات

منشی صاحب اپنے دوست کے اس انکار کو سن کر بہت ہی رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اس کے بعد جب وہ گوجرانوالہ واپس جانے لگے۔ تو انہوں نے اپنے وکیل دوست سے کہا۔ کہ چلیئے جاتے ہوئے حضرت سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام سے اجازت حاصل کر لیں۔ اور زیارت بھی کرتے جائیں۔ حضور اقدس علیہ السلام ایک خیمہ میں فروکش تھے۔ خادمہ کے ذریعہ سے حضور کو اپنے حاضر ہونے کی اطلاع بھجوائی۔ حضور اقدس علیہ السلام نے اطلاع ملنے پر اندر بلا لیا۔ اور اپنے قریب پلنگ پر بٹھایا۔ یہ خدا تعالےٰ کے عجیب اسرار میں سے ہے۔ کہ بغیر منشی صاحب رضی اللہ عنہ کے کچھ عرض کرنے کے اور اپنے دوست کا حال بیان کرنے کے حضور اقدس نے قوتِ ارادی اور قوتِ ضبط کی ایک حکایت بیان کرنی شروع کر دی۔ اور فرمایا۔ کہ انسان کے اندر بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ مختلف عیوب اور گناہوں میں مبتلا اور ملوث ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ضمیر پاک دیا گیا ہے۔ اور اس کو قوتِ ارادی اور قوتِ ضبط بھی عطا کی گئی ہے۔ اس لئے اگر انسان اس سے کام لے۔ تو وہ ان عیوب اور گناہوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ایک دلچسپ حکایت

چنانچہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور مثال کے ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی۔ اور وہ مٹی سے اس قدر مانوس ہو گیا۔ کہ ہر وقت اس کی تعریف و توصیف کرنے لگا۔ دربار کے امراء اور وزراء نے بھی جب بادشاہ کی طبیعت کا رجحان دیکھا۔ تو بوجہ بادشاہ کے ملازم ہونے کے مٹی کی تعریف کرنے لگ پڑے۔ بادشاہ نے کہا۔ بعض لوگ مٹی کھانے کو مضر خیال کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں تو اس میں کچھ بُرائی یا مضرت معلوم نہیں ہوتی۔ اس پر وزراء اور دوسرے درباریوں نے عرض کیا۔ کہ بادشاہ سلامت! لوگ یونہی اس کے نقصانات بتاتے ہیں۔ ان کو کیا معلوم ہے۔ کہ مٹی میں کیا کیا خزانے اور عجائبات پائے جاتے ہیں۔ آخر سب انسانوں کی غذائیں اور باغ و بستان مٹی سے ہی بنتے ہیں۔ اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ وہ بھی مٹی سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ پھر مٹی نقصان دہ کیسے ہو سکتی ہے۔ بادشاہ درباریوں کی مٹی کے متعلق ایسی تعریفوں کو سنکر مٹی کھانے کی عادت میں اور بھی پختہ ہو گیا۔ جب مٹی کے استعمال پر بادشاہ کو ایک عرصہ گذر گیا۔ تو اس کے بد نتائج ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ جگر خون پیدا کرنے سے رہ گیا۔ معدہ کی قوت ہضم میں فرق آ گیا۔ چہرہ پر بے رونقی اور مسوڑوں اور زبان پر کمی خون کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ چلنے کے وقت سانس پھولنا شروع ہو گیا۔ ان علامات کے نمایاں ہونے پر بادشاہ نے پھر دربار میں ذکر کیا۔ کہ میں نے مٹی کھانے کی عادت اختیار کی تھی۔ لیکن میں نے مٹی کو کیا کھایا۔ مٹی نے مجھے کھا لیا ہے۔ اور جو جو عوارض اور نقصانات اس کو ہوئے تھے بیان کئے۔ اس پر درباریوں نے جو دراصل "راجہ کے غلام تھے نہ کہ بینگن کے" مٹی کی مذمت شروع کر دی۔ اور اس میں ہر طرح سے مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ کسی نے کہا۔ مٹی جیسی مذموم چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ جس پر تمام مخلوقات کا بول و براز پڑتا ہے۔ کسی نے کہا۔ کہ سب لوگوں کے جوتے جس پر روز پڑیں۔ وہ چیز بھی کچھ قابل تعریف ہو سکتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس درباری کے خیال میں جو بھی مذمت کا خیال آیا۔ اس نے کہہ ڈالا۔ بادشاہ نے کہا۔ اب اس ماضی کو رہنے دو۔ اور میری صحت کی بحالی کے لئے کوئی تجویز و انتظام کرو۔ چنانچہ ملک کے طول و عرض سے چیدہ چیدہ اطباء و معالج درجنوں کی تعداد میں بادشاہ کے علاج کے لئے جمع کئے گئے۔ اور علاج شروع ہوا۔ بادشاہ نے سب معالجوں کو کہا۔ کہ علاج شروع کرنے سے پہلے میری ایک شرط ہے۔ کہ چونکہ مٹی کھانے کی عادت میرے اندر راسخ ہو چکی ہے۔ اور اس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لئے ایسا علاج کیا جائے۔ کہ بغیر کسی وعظ و نصیحت کے اور کسی پرہیز کرانے کے دوا اور غذا کے استعمال سے ہی مٹی کی عادت ترک ہو جائے۔ اور مٹی سے نفرت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ علاج شروع ہوا۔ اور ایک عرصہ تک ہوتا رہا۔ لیکن نہ ہی بادشاہ مٹی کھانے سے باز آیا۔ اور نہ ہی کوئی اور دوا اور غذا اس عادت کو ترک کرانے کے لئے کارگر ہو سکی۔

کامیاب علاج

ایک مدت کے بعد کوئی سیاح بادشاہ کے شہر میں آ نکلا۔ اور اتفاق سے بادشاہ کے اطباء اور معالجوں کی قیامگاہ پر آ گیا۔ جب اس نے بادشاہ کی حالِ گسل بیماری اور اتنا لمبا عرصہ تک ناکام علاج کے متعلق سنا۔ تو بہت افسوس کیا۔ اور کہا کہ علاج تو بہت آسان ہے۔ لیکن اطباء نے یونہی اتنا لمبا عرصہ لگایا ہے۔ اس سیاح کی یہ بات افواہاً تمام شہر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اور اس کے درباریوں تک بھی جا پہنچی۔ دوسرے دن جب بادشاہ دربار میں آیا۔ تو اس نے اس کا ذکر اپنے وزراء اور امراء کے سامنے کیا۔ سب نے کہا۔ کہ ہم نے بھی یہ بات سُنی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ اس سیاح کو طلب کیا جائے جب وہ سیاح شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ تو بادشاہ نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ کہ ایسی ایسی بات سننے میں آئی ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ اس سیاح نے عرض کیا۔ کہ ہاں یہ درست ہے۔ اور میں آپ کا کامیاب علاج بہت ہی قلیل وقت میں کر سکتا ہوں۔

اس کے بعد اس نے کہا۔ کیا آپ اپنا علاج ابھی جلوت میں کرانا چاہتے ہیں۔ یا خلوت و علیحدگی میں۔ یہ سن کر بادشاہ کچھ متامل ہوا۔ اور اس نے خیال کیا۔ کہ سب کے سامنے علاج کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی ایسی بات وقوع میں آئے۔ جو باعث خفت ہو۔ اس لئے اس نے کہا کہ میں علاج خلوت و علیحدگی میں کراؤں گا۔ چنانچہ مناسب جگہ اور وقت پر جو علاج کے لئے تجویز ہوا۔ وہ سیاح پہنچ گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ اس وقت علاج کے طور پر جو تجویز میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اگر وہ آپ مان لیں گے۔ تو یقیناً آپ کو بیماری سے فوراً شفا ہو جائیگی۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ آپ کہیئے میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ سیاح نے کہا۔ اترکِ الحکومۃ یعنی اپنی بادشاہت

کو چھوڑ دو۔ بادشاہ اس تجویز سے حیران و متعجب ہوا۔ اور اس کی وجہ دریافت کی۔ سیاح نے عرض کیا۔ کہ بادشاہوں کو بادشاہوں سے مقابلے اور لڑائیاں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ پس آپ خود ہی بتائیں۔ کہ جب آپ اس حقیر اور ذلیل مٹی کا جو روزانہ پاؤں اور جوتوں کے نیچے روندی جاتی ہے۔ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اس سے مغلوب ہو رہے ہیں۔ تو جب آپ کا مقابلہ کسی زبردست غنیم سے ہوگا۔ تو اس کے مقابل پر آپ کس طرح کامیاب ہو سکیں گے۔ یہ یقینی امر ہے۔ کہ آپ شکست کھا کر نہ صرف اپنی بادشاہت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ بلکہ اپنی عزت و آبرو اور جان بھی گنوائیں گے۔ پس کیا یہ بہتر نہیں۔ کہ آپ ابھی حکومت سے دستبردار ہو کر کسی زیادہ مناسب آدمی کو تخت پر بیٹھنے کا موقعہ دیں۔ ہاں اگر حکومت کرنے کا عزم و ارادہ ہے تو پھر اس عزم الملوک (بادشاہوں کا عزم آپ میں کہاں ہے) یہ الفاظ کہہ کر سیاح نے بادشاہ کے خفتہ عزم و استقلال کو بیدار کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے نہایت جوش استقلال اور جلال سے فرمایا۔ واللہ لا اکل الطین۔ بعد ذالک ابدا۔ یعنی خدا کی قسم میں اب کبھی مٹی نہ کھاؤں گا۔ اور اس نے مٹی کھانا ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

اس کے بعد بادشاہ جب دربار میں آیا۔ تو اس نے ذکر کیا۔ کہ میں نے مٹی کھانی چھوڑ دی ہے۔ درباری اس فوری تبدیلی اور علاج سے بے حد متعجب ہوئے۔ تو بادشاہ نے کہا۔ کہ علاج تو در اصل ہمارے اپنے اندر ہی فطری طور پر موجود تھا۔ صرف صحیح طور پر تحریک کی ضرورت تھی۔ جو سیاح صاحب نے کر دی۔ اور ہماری قوتِ ضبط اور قوتِ ارادی کو ابھار دیا۔

جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ تو وکیل صاحب پر حضور کی توجہ اور برکت سے اس حکایت کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ فوراً بول اٹھے۔ کہ حضور! آج سے میں بھی اپنے عزم اور پختہ ارادہ سے شراب نوشی سے توبہ کرتا ہوں۔ حضور میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالےٰ مجھے اس توبہ پر استقامت اور استقلال بخشے۔ حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا۔ کہ حضرت علامہ مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ صاحب سے تو میں نے واضح طور پر اپنے دوست کی مے نوشی کا ذکر کر کے وعظ و نصیحت کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارہ میں اشارۃً بھی کچھ ذکر نہ کیا تھا۔ لیکن ہمارے حاضر ہوتے ہی حضور نے وہ بات بیان فرمائی۔ جو ہزارہا نصائح اور مواعظِ حسنہ سے بھی حضور کی توجہ اور قوت قدسیہ کے طفیل بڑھ کر موثر ثابت ہوئی۔ اور میرے دوست کو عادتِ بد سے توبہ کی توفیق مل گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام وکیل صاحب کی توبہ سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ انسانی فطرت۔ گناہوں کے زہر سے خواہ کتنی بھی آلودہ کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے اندر ہی خدا تعالےٰ نے اس زہر کا تریاق بھی رکھا ہوا ہے۔ جس طرح پانی آگ کی حرارت سے خواہ کتنا گرم ہو جائے۔ اور جوش سے ابلنے لگے۔ پھر بھی وہ شدید گرم پانی جب مشتعل آگ پر پڑتا ہے۔ تو اس کو بجھا دیتا ہے۔ کیونکہ پانی میں حرارت کا اثر پیدا ہو جانا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ یہی حال انسانی فطرت کا ہے۔ کہ شیطان جو ناری ہے۔ چاہتا ہے۔ کہ انسان کو بھی گناہوں میں ملوث کر کے ناری بنا دے۔ لیکن انسان کی قوت ارادی اور قوتِ ضبط اس کی فطرت کے اصل جوہر کو جو پاکیزہ ہے۔ ابھارنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ اور رخصت کی اجازت فرمائی۔

خیمہ سے باہر نکلتے ہی وکیل صاحب حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ کہ مسیحائی کا اثر اور دم عیسیٰ کا اعجاز تو ہم نے بچشم خود دیکھ لیا۔ ہمیں جس علاج کی ضرورت تھی۔ وہ بغیر ہماری درخواست بتانے کے کامیاب طور پر کر دیا۔ اور ایک پرانے گنہگار اور عادی مجرم کو ایک آن کی آن میں "تائب" بنا دیا۔ سچ ہے۔ ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(بشکریہ بدر قادیان)

احمدی ڈاکٹر و حکماء صاحبان کی توجہ کیلئے

جملہ احمدی ڈاکٹر و اطباء صاحبان مجھے اپنے مفصل پتوں سے اطلاع دیں۔ نیز اس امر کی بھی وضاحت کریں۔ کہ آیا وہ سرکاری ملازمت میں ہیں۔ یا نجی طور پر اپنا کام کرتے ہیں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ)

دعائے مغفرت

:- میری والدہ عائشہ بی بی صاحبہ اہلیہ سیال فضل کریم صاحب حجام ساکن مالوکے بھگت ضلع سیالکوٹ حال لاہور مورخہ ۱۱ ہش بوقت آٹھ بجے شب اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔

خاکسار عبد الرحمٰن سیال کوٹھی موچی گیٹ لاہور۔

جرمنی میں اسلحہ سازی کے کارخانے

دوسری جنگ عظیم تک جرمنی کے "کرپ" کا کارخانہ اسلحہ سازی کے لئے مشہور تھا۔ یہ کارخانے جرمنی کے صنعتی علاقہ روہر کے عین قلب میں ایسن کے مقام میں تھے۔ پچھلی لڑائی میں اتحادی بمباری نے ان کارخانوں کو بالکل برباد کر دیا تھا۔ لیکن اب پرانے تیار شدہ کارخانوں کی جگہ نئی عمارتیں بن گئی ہیں۔ آسمان سے بات کرنے والی چمنیاں پھر دھواں اگلنے لگی ہیں۔ لدی ہوئی کشتیاں خام سامان نئے کارخانوں میں پھر پہنچانے لگی ہیں۔ اور مصنوعات سے بھری ہوئی مال گاڑیاں کارخانوں کی عمارتوں کے درمیان بل کھاتی ہوئی لائنوں پر گڑگڑاتی ہوئی گزرنے لگی ہیں۔ ڈیزل سے چلنے والے بھاری بھرکم ٹرک بھی کارخانوں سے نکل کر جرمنی کی بڑی شاہراہ پر دوڑتے دکھائی دینے لگے ہیں۔ لیکن "کرپ" کے کارخانہ کی اس نئی مصروفیت میں ایک نئی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ یہی کارخانہ جو بسمارک اور قیصر اور ہٹلر کو لاتعداد اسلحہ مہیا کرتا رہا تھا۔ اب صرف ایسی مصنوعات کی تیاری میں مصروف ہے۔ جو جنگ کی بجائے امن کے مقاصد کے لئے مفید ہیں۔ مثلاً ریل کے انجن۔ ڈبے۔ ٹرک۔ پل۔ جنریٹر وغیرہ "کرپ" کے کارخانوں نے بڑے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ اور اپنے کارخانوں کی طرح اس کے موجودہ مالک الفریڈ کرپ نے بھی ۴۶ سال کی عمر میں زندگی کے سرد و گرم دونوں ہی دیکھے ہیں۔ پانچ سال ہوئے نورمبرگ میں امریکہ کی ایک عدالت نے انہیں جنگی جرائم کا مجرم قرار دیا۔ جرائم کی فہرست میں غیر ملکی جائیدادوں کی لوٹ مار اور جبری مزدوری خاص طور پر نمایاں تھیں۔ عدالت نے الفریڈ کرپ کو ۱۲ سال قید اور ان کی تمام جائیداد کی ضبطی کی سزا کا حکم سنایا۔

سنہ ۱۹۵۱ء کے اوائل میں امریکی ہائی کمشنر جان میک کلائے نے اس مقدمہ پر نظر ثانی کی۔ اور فیصلہ کیا۔ کہ کرپ کو ضرورت سے زیادہ سخت سزا دی گئی ہے۔ انہوں نے کرپ کو صرف معاف ہی نہیں کیا۔ بلکہ ان کی جائیداد کی ضبطی کے احکام بھی منسوخ کر دیئے۔ اس تازہ فیصلہ کے بعد بین الاقوامی موشگافیوں میں مزید دو سال صرف ہوئے۔ ان الجھنوں سے فارغ ہونے کے بعد کرپ کو اب یہ پہلا موقع ملا۔ کہ اپنی وسیع املاک پر دوبارہ تصرف کریں۔ ابھی اسے صرف دس گیارہ مہینے گزرے ہیں۔ لیکن اس قلیل مدت میں انہوں نے حیرت انگیز سرعت سے ان کارخانوں کی تعمیر جدید کی۔ جن کو اتحادیوں نے کھنڈر کر دیا تھا۔ اب ان کا کام زوروں سے چل پڑا ہے۔

جنگ سے پہلے ایک زمانہ تھا۔ جب کرپ کے کارخانوں میں کام کرنے والوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ جنگ کے دنوں میں یہ تعداد بڑھ کر ڈھائی لاکھ ہو گئی۔ اور سالانہ لین دین کی رقم تیس کروڑ ڈالر تک جا پہنچی۔ الفریڈ کرپ کا اپنا اندازہ ہے۔ کہ سنہ ۱۹۳۹ء میں ان کے خاندان کی املاک کے مقابلہ میں اب جو جائیداد انہیں واپس ملی ہے۔ وہ صرف اس کا چوتھائی حصہ ہے۔ اپنے اس نقصان کی خاص وجوہ وہ تین بتاتے ہیں۔ ایک تو جنگ پھر کارخانوں کا توڑا جانا اور تیسرے "ٹرسٹ کا خاتمہ"

جنگ کے زمانہ میں صرف ان کے ایسن کے کارخانوں پر درجنوں بار بمباری ہوئی۔ تینتیس فی صدی سے زیادہ عمارتیں تو بالکل تباہ ہو گئیں۔ اور انتیس فی صدی کو شدید نقصان پہنچا۔ جنگ کے بعد جرمنی کی تقسیم کی وجہ سے ان کے جو کارخانے روسی منطقے میں جا پڑے۔ وہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ جنگ ختم ہونے پر اتحادیوں نے جرمنی سے جو تاوانِ جنگ وصول کیا۔ اس نے کرپ کو بمباری سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ تاوان کی وصولی سے کرپ کے کارخانوں کا بچنا کیونکر ممکن تھا۔ لہٰذا ایسن کے چالیس فی صدی کارخانے اس کی زد میں آ گئے۔ ایسن کے علاوہ دوسرے مقامات پر پھیلے ہوئے کرپ کے کارخانے بھی اس سے متاثر ہوئے۔ جن میں جہاز سازی کا ایک کارخانہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو کیل میں واقع تھا۔ اس کے علاوہ اتحادیوں نے ان کے پرانے ٹرسٹ بھی توڑ دیئے۔ جس سے کرپ کو تجارتی اعتبار سے بہت نقصان ہوا۔

ان تمام نقصانات کے باوجود آج کرپ کے نینتالیس کارخانے چل رہے ہیں۔ ان میں انجن سازی جہاز سازی اور مشین سازی کے کارخانے فولاد تیار کرنے کے کارخانے ٹرک اور بس بنانے کا کارخانہ اور مصنوعی دانتوں کا سامان تیار کرنے والا کارخانہ شامل ہے۔ ان میں سے نصف کارخانے تو ایسن میں تین مربع میل کی حدود میں ہیں۔ باقی مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسن کی ایک بلند ہشت منزلہ عمارت کے ایک صاف ستھرے کمرے میں بیٹھ کر الفریڈ کرپ اپنی اس وسیع فولادی سلطنت کی نگرانی کرتے ہیں۔ توقع کے خلاف اس عمارت پر "کرپ" کا کوئی جھلملاتا۔ جگمگاتا بورڈ نہیں لگایا گیا ہے البتہ مختلف دفتروں پر چھوٹی چھوٹی تختیاں لگی ہیں۔ جن پر فریڈ کرپ لکھا ہوا ہے

(باقی صفحہ ۸ پر)

دفتر اوّل اور دفتر دوم کے مجاہدین فوری توجہ فرمائیں

دورِ اول کے احباب اس بات کو بھول نہ جائیں کہ ان کے نام کتاب میں صرف اس صورت میں شائع ہوں گے جب کہ انہوں نے اُنیس سال تک متواتر بلاناغہ اشاعت اسلام میں مدد دی ہو۔ اور ان کے نام کے ساتھ ان کی اُنیس ۱۹ سالہ قربانی بھی سال بسال دکھائی جائے گی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ میں محکمہ کو ہدایت فرمائی ہے کہ ۳۰ اپریل تک اپنے کاغذات مکمل کرے۔ اور دفتر اس کام کو کر رہا ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی احباب پر واضح کر دینا ضروری ہے کہ وکیل المال تحریک جدید کا دفتر صرف ان لوگوں کے نام بہشتی مقبرہ میں لکھ رہا ہے جن کے اُنیس سال ادا ہو چکے ہیں۔ اس لئے جن کے ذمہ بقایا ہو وہ فوری توجہ کریں اور زیادہ سے زیادہ فروری کے آخر تک اپنا بقایا صاف کر لیں۔

مشرقی افریقہ کے ایک مخلص دوست ڈاکٹر لعل الدین احمد صاحب جو گذشتہ سے پیوستہ سال ۵۶۸۶ شلنگ دو سال کا ادا کر چکے تھے۔ اور اب ان کے ذمہ سال ۱۷، ۱۸، ۱۹ کا نو ہزار شلنگ تھا وہ بنک نیروبی میں جمع کرتے ہوئے اپنے مقدس آقا کے حضور یوں دعا کی درخواست کرتے ہیں:-

یارانِ تیز گام کو محمل نے جا لیا — ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

صاحب وکیل المال آپ کے مطالبہ حساب کے مطابق نو ہزار شلنگ کی رقم بنک میں داخل کرتے ہوئے آپ سے عرض ہے کہ:-

"حضرت محمود میرے پیارے آقا کے حضور با ادب عرض کرنا کہ تیرا غلام لڑکھڑا کر ڈگمگاتا ہوا دیر سے پہنچا ہے۔ سخت شرمندہ ہے کہ منہ اونچا نہیں کر سکتا مگر اس کریم سے امید ہے کہ درگذر فرما کر اس نالائق کو اپنی دعاؤں سے یاد فرمائیں گے تاکہ میرا اللہ مجھے قبول فرمائے۔" آمین۔

دورِ اول کے سابقون الاولون اپنا اُنیس سالہ جہاد پورا کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کے گیت گاتے ہوئے دوسرے دور کے سالِ اول میں بھی شاندار وعدے اپنے امام کے حضور پیش فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور یہی دعا ہے کہ وہ اپنے "سابقون الاولون" کے ہر ایک مجاہد کو لمبی عمر اور مالی طاقت عطا فرمائے کہ وہ اس دور میں بھی پہلے دور سے بھی بڑھ چڑھ کر قربانی پیش کر سکیں۔ اور دوسرے دور کے پہلے سال میں ہی اس کی بنیاد مضبوط ہو جائے۔ پس دفتر اول اور دفتر دوم کے مجاہد شاندار قربانیاں کر کے اپنے امام کے حضور اپنے وعدے پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین

نوٹ:- احباب کرام کو حضور کی تقریر ۲۷-۱۲-۵۳ کا مفہوم بھی وکیل المال بھیج رہا ہے۔ تا احباب وعدوں کی طرف فوری توجہ فرمائیں۔ (وکیل المال تحریک جدید ربوہ)

پتہ جات مطلوب ہیں!

میاں محمد ابراہیم جمال صاحب ولد حافظ جمال احمد صاحب مرحوم کا موجودہ ایڈریس درکار ہے۔ جو دوست ان کے موجودہ ایڈریس سے آگاہ ہوں وہ نظارت ہذا کو مطلع فرمائیں۔ یا اگر وہ خود اعلان پڑھیں تو اپنے ایڈریس سے اطلاع دیں (۲) میاں عبد الرحیم صاحب بی۔ ایس۔ سی ولد میاں عبد الغنی صاحب سکنہ اوجلہ کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ تھل پروجیکٹ میں منیجر فارم ہیں۔ ان کو خط لکھا گیا مگر وہاں سے خط واپس آیا کہ اس نام کا کوئی آدمی یہاں نہیں ہے جو دوست ان کے موجودہ ایڈریس سے آگاہ ہوں وہ دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں یا اگر وہ خود یہ اعلان پڑھیں تو اپنے ایڈریس سے اطلاع دیں۔ (نظارت بیت المال)

(۳) سید محمود اختر صاحب بی۔ اے سابق ملازم جی۔ پی۔ او لاہور کے موجودہ پتہ کی ضرورت ہے۔ اگر کسی دوست کو ان کے موجودہ ایڈریس کا علم ہو تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ (ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

پتہ جات درکار ہیں: مندرجہ ذیل موصیوں کے پتے دفتر ہذا کو درکار ہیں:- (۱) رحمت اللہ صاحب ولد حکیم محمد ظہیر الدین صاحب سکنہ اوب ضلع گوجرانوالہ (۲) محمد ابراہیم صاحب ولد چوہدری علی محمد صاحب ساکن وجھو ان ضلع گورداسپور (۳) برکت علی صاحب ولد عبد اللہ صاحب ساکن محمود پور ضلع کرنال (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

دعائے مغفرت: میری والدہ محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ زوجہ میاں فضل کریم صاحب ساکن مالو کے بھگت ضلع سیالکوٹ حال وارد ۱۱-۱-۵۴ کو وفات ہو گئی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب جماعت درخواست دعائے مغفرت ہے۔ عبد الرحیم شمیم سیالکوٹی معرفت دین موچی گیٹ لاہور (۲) میری خوشدامن والدہ صاحبہ مسماۃ خیراں بی بی دو ماہ کے قریب بیمار رہ کر ۲ جنوری بروز جمعہ کی صبح کو فوت ہو گئیں اپنے حقیقی مولا سے جا ملی ہیں۔

اخبار بدر قادیان کے داخلہ سے پابندی اٹھا دی گئی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

جیسا کہ احباب کو معلوم ہوگا حکومت نے اخبار بدر قادیان کا داخلہ مغربی پنجاب میں بند کیا ہوا تھا۔ اب یہ پابندی حکومت نے دور کر دی ہے۔ اس لئے احباب کو چاہیئے کہ وہ اس اخبار کے زیادہ سے زیادہ خریدار پیدا کر کے اس کی اشاعت کی توسیع میں مدد فرمائیں۔ اور اپنے چندے یا بقایاجات وغیرہ دفتر محاسب ربوہ میں جمع کر کے اپنے تازہ پتوں سے دفتر منیجر بدر قادیان کو مطلع فرمائیں۔

(مرزا بشیر احمد دفتر حفاظت مرکز ربوہ)

اخبار ریویو آف ریلیجنز کی خریداری کی طرف توجہ فرمائیں

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت اولیٰ کا تعلق تکمیل شریعت کے ساتھ تھا۔ اسی طرح آپ کی بعثت ثانیہ کا تعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود باجود میں ہوئی تکمیل اشاعت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اشاعت دین کے اس پروگرام کو مکمل کرنے کے لئے جس کا ذکر حضور علیہ السلام نے تفصیلی رسالہ "فتح اسلام" میں فرمایا ہے۔ حضور نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی اور اردو زبان میں جاری فرمایا۔ یہ رسالہ ۱۹۰۲ء میں جاری ہوا۔ اور تقسیم ملک کے قیامت خیز ہنگامہ تک جاری رہا۔ اب پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہ و اطلع شموس طالعہ کی خاص توجہ سے قریباً چار سال کی تعویق کے بعد یہ رسالہ انگریزی میں جاری کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اگر خدا نخواستہ یہ رسالہ کبھی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا۔ وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہ ہوگا۔"

پھر حضور فرماتے ہیں:-

"اگر اس رسالہ کی اشاعت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔"

تو اے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تعالیٰ آپ تمہارے دلوں میں القا کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دیوے۔ آمین ثم آمین۔" (ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۳ء)

اس رسالہ کی اشاعت کے لئے حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس درد بھری اپیل پر نصف صدی گذر چکی ہے۔ لیکن افسوس کہ آنحضور کی اس خواہش کو ہم پچاس سال کے طویل عرصہ میں بھی پورا نہیں کر سکے۔ حضور علیہ السلام نے آج سے پچاس سال قبل جماعت کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ ریویو کی اشاعت کو دس ہزار تک پہنچانا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی تعداد میں اس وقت کی نسبت کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ جماعت کی ذمہ داری اس رسالے کے بارے میں کس قدر بڑھ چکی ہے۔

اس لئے احباب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء مبارک کو پورا کرتے ہوئے اپنا دست اعانت بڑھائیں۔ اور (۱) خود اس کی خریداری قبول فرمائیں (۲) غیر احمدی اور غیر مسلم دوستوں میں اس کے خریدار پیدا کرنے کی سعی فرمائیں (۳) دنیا کے مختلف ملکوں کی لائبریریوں اور سوسائٹیوں اور دنیا کی بڑی بڑی مذہبی شخصیتوں خاص طور پر مستشرقین یورپ و امریکہ کو رسالہ مفت بھجوانے کے لئے زیادہ سے زیادہ امداد فرمائیں (۴) احباب رسالے باہر بھجوانے کے لئے عطیہ جات ارسال فرمائیں۔ کیونکہ اگر مخلصین نے اس کی خریداری کو قبول نہ کیا۔ اور اس کی اعانت نہ فرمائی تو پھر وہ کون لوگ ہوں گے جو اس کام کے لئے آگے بڑھیں گے۔ اور عدم توجہی کے باعث اگر یہ رسالہ خدانخواستہ بند ہو گیا۔ تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس علمی یادگار کو قائم رکھنے کے لئے احباب مندرجہ بالا امور کو پیش نظر رکھ کر فوری توجہ فرمائیں۔ اندرون ملک کے لئے رسالہ کی سالانہ قیمت دس روپے ہے اور باہر بھجوانے کیلئے بھی اسی قدر امداد فی رسالہ مطلوب ہے۔ (نائب وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ)

جو احباب دعا فرمائیں کہ مولا کریم مرحومہ کو جنت میں جگہ دے اور خاندان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (مستری محمد اسلم نصیب ربوہ)

وزیر اعظم کہہ دیتے کہ مطالبات نہیں مانے جائینگے تو تحریک چلانیوالوں کیلئے یہ بات انجام کار بڑی رکاوٹ نہ بنتی

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں ہوم سیکرٹری مسٹر غیاث الدین احمد کا بیان

گذشتہ سے پیوستہ

سوال:- کیا آپ کو یقین ہے کہ مولانا مودودی نے کبھی اپنی تحریروں میں حکومت کے خلاف نفرت یا بے وفائی پھیلانے کی کوشش نہیں کی؟ جواب:- زیر بحث تحریریں میری نظر سے نہیں گزریں۔ لیکن میرا خیال ہے میں نے سی آئی ڈی کی پرانی مسلوں سے دیکھا ہے کہ مولانا کی تحریریں دو مرتبہ قابل اعتراض تھیں۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے جہاد کشمیر کے خلاف کچھ کہا۔ دوسری مرتبہ جب انہوں نے آئین کا حلف وفاداری لینے کے متعلق کہا۔

وکیل سے (مزید)

سوال:- کیا یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ڈائرکٹ ایکشن کی تحریک کے رہنماؤں اور پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے سپیکر عزت مآب خلیفہ شجاع الدین میں کوئی گفتگو ہوئی؟ جواب:- مجھے ایسی کسی گفت و شنید کا علم نہیں تاہم ۵ مارچ کو ایک اشتہار شائع ہوا جس میں خلیفہ صاحب کا نام تحریک کے چوتھے ڈکٹیٹر کی حیثیت سے مذکور تھا۔ یہ اشتہار کسی پروفیسر کا شائع کیا ہوا تھا جس نے "الداعی الی الحق" کا قلمی نام اپنے لئے استعمال کیا تھا۔ بعد میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ خلیفہ صاحب کا نام ان کی اجازت ہی نہیں۔ بلکہ ان کے علم کے بھی بغیر استعمال کیا گیا تھا۔ سوال:- کیا ۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو تیسرے پہر گورنمنٹ ہاؤس میں جو اجلاس ہوا تھا کہ اس میں علامہ علاؤ الدین بھی شریک تھے؟ جواب:- مجھے یاد نہیں۔ سوال:- کیا میں آپ کو یاد دلا سکتا ہوں کہ وہ عزت مآب گورنر، خلیفہ صاحب اور مولانا مودودی چار اشخاص تھے۔ جو دوسرے مردوں اور عورتوں کے چلے جانے کے بعد مسودہ تیار کرنے کے کام کے لئے باقی رہ گئے۔ جواب:- میں گورنر کے متعلق تو نہیں جانتا لیکن مولانا کے ساتھ کچھ لوگ اوپر کی منزل پر تھے۔ سوال:- ۵ تاریخ کی سہ پہر کے اجلاس میں کتنے آدمیوں کو مدعو کیا گیا تھا؟ جواب مجھے صحیح تعداد تو یاد نہیں۔ لیکن کل پچاس کے قریب افراد تھے۔ سوال:- کیا وہاں کسی شخص نے مولانا مودودی کے نظریات کی تردید کی؟ جواب:- وہاں دخل اندازی نہیں ہوئی تھی۔

وکیل سے

سوال:- جماعت اسلامی کی سابقہ سرگرمیوں کے پیش نظر آپ سیاسی لیڈروں کی مسلیں دیکھ چکے ہیں کیا آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ان کی روش ہمیشہ آئینی رہی؟ جواب:- جی ہاں۔ یہ درست ہے۔ سوال:- تحریک کے دوران میں بھی ان کی تقریروں کے لہجہ کو آپ قابل اعتراض نہیں پائیں گے؟ جواب:- مجھے جماعت اسلامی کی طرف سے کوئی قابل مواخذہ تقریر یاد نہیں

میاں دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں ایڈووکیٹ نے جرح کے دوران میں ان سے دریافت کیا کہ احمدیوں کے خلاف تحریک سے امن و امان کو خطرہ تھا۔ کیا آپ کی رائے میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے مناسب نہ تھا کہ مرکزی حکومت تینوں مطالبات کے متعلق کسی پالیسی کی تشکیل کرتی؟ گواہ نے جواب دیا۔ اس پالیسی کی تشکیل قطعی طور پر تو ضروری نہیں تھی۔ لیکن جیسا کہ میں نے پیشتر بتایا ہے اور اپنے بیان میں لکھ بھی دیا ہے، مرکز کی طرف سے ایسا اقدام صوبائی حکومت کو امن و امان قائم کرنے میں مدد دیتا۔ سوال:- اس سے قطع نظر کہ اسے امن و امان سے متعلق سوال سمجھا جائے، کیا آپ اس بات پر متفق ہیں کہ نظریاتی جدوجہد سے تحریک پر قابو پانا ضروری تھا؟ جواب:- جس شکل میں اسے تحریک میں پیش کیا گیا تھا اسے امن و امان کا مسئلہ سمجھا جائے گا۔ لیکن فقط امن و قانون کے دائرہ میں رہ کر اس سے نبٹنا اس وقت بھی امر محال تھا۔ اور اسے اب بھی ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ممکن نہیں۔

عدالت سے

سوال۔ اگر مطالبات مسترد کر دیئے جاتے تو کیا آپ کا خیال ہے کہ حکومت پنجاب زیادہ اعتماد کے ساتھ اس کا مقابلہ کر سکتی؟ جواب:- ہاں اس کے باوجود کہ امن و قانون کے دائرہ میں نتائج خطرناک ہوتے۔ سوال:- کیا آپ باخبر تھے کہ اس وقت کے وزیر اعظم جون ۱۹۵۲ء سے فروری ۱۹۵۳ء کے اختتام تک علماء سے کوئی گفت و شنید نہیں کر رہے تھے؟ جواب:- جی ہاں سوال:- اگر وزیر اعظم شروع ہی میں ان علماء کو بتا دیتے کہ حکومت کے لئے ان مطالبات کا تسلیم کر سکنا ممکن نہیں تو کیا آپ اس بات پر متفق ہیں کہ صوبہ پنجاب میں امن و امان اس حد تک خراب نہ ہوتا جس حد تک کہ ہوا ہے؟ جواب:- یہ چیز شروع شروع میں تحریک میں رکاوٹ پیدا کر سکتی تھی۔ لیکن بعد ازاں یہ چیز بھی تحریک کو ختم کرنے میں زیادہ مؤثر نہ ہوتی۔ سوال:- کیا آپ اس بات پر اتفاق کریں گے کہ مرکزی حکومت کی خاموشی امن و امان کے مسئلہ کے ساتھ ساتھ سیاسی اور نظریاتی طور پر رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے مضرت رساں ثابت ہوئی۔ جواب:- شروع میں خاموشی کے بجائے مضبوط پالیسی کا نفاذ آسان ہوتا۔ کیونکہ جب مرکزی حکومت نے ایک لفظ بھی نہ کہا تھا کہا جا سکتا تھا کہ ہم ان لوگوں کے خلاف کیوں سخت کارروائی کر رہے ہیں۔ جو وزیر خارجہ کے خلاف تقریریں کرتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ لوگ یہ بھی نہ سمجھ سکتے تھے کہ جس صورت میں کہ وہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ احرار کے اجلاس پر حکومت پنجاب نے کیوں پابندی عائد کر دی ہے۔ کیونکہ ایک عام آدمی نہیں سمجھ سکتا کہ ان تقریروں میں تشدد والی کونسی مضرت رساں چیزیں شامل ہیں۔ جو لوگ کرتا دھرتا تھے ان کی طرف سے مطالبات کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ سوال:- براہ کرم یاد کیجئے کہ ڈی۔ آئی۔ جی (سی۔ آئی۔ ڈی) نے اپنے ۲۵ رمئی ۱۹۵۲ء کے نوٹ میں تجویز پیش کی تھی۔ جس کے پیرا ۱۴ میں وہ کہتے ہیں کہ فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مرکزی حکومت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تعاون کرے اور اسے یقین دلانا چاہیئے کہ دوسرے صوبے بھی اسی قسم کا اقدام کریں گے۔ کیا آپ ڈی آئی۔ جی (سی۔ آئی۔ ڈی) کے اس نقطۂ نظر سے متفق ہیں؟ جواب:- آئی۔ جی اور میرے مشورہ پر ڈی۔ آئی۔ جی نے یہ تجاویز تشکیل کی تھیں۔ جیسا کہ انہوں نے تحریر کیا ہے۔

سوال:- کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ مجلس احرار کو غیر قانونی جماعت قرار دینے کے لئے مرکزی حکومت کا تعاون ضروری تھا۔ تاکہ اس کے خلاف ملک بھر میں پابندی لگائی جا سکتی؟ جواب:- قانون کے تحت یہ ضروری نہ تھا۔ مگر اس غرض کے لئے یہ زیادہ مؤثر طریقہ ہوتا۔ سوال:- کیا آپ کو یاد ہے کہ متعلقہ عرصہ یعنی جون ۱۹۵۲ء سے فروری ۱۹۵۳ء تک حکومت پنجاب نے احمدیوں کے خلاف تحریک میں مرکزی حکومت کو صورت حال سے پوری طرح مطلع رکھا؟ جواب:- جی ہاں:- سی آئی۔ ڈی ڈائرکٹر انٹیلی جنس بیورو کو متواتر رپورٹیں بھیج رہی تھی میں نے بھی دفتر داخلہ کے پاس دو ایک مفصل رپورٹیں بھیجی تھیں۔ سوال:- کیا آپ نے ۲۱ راکتوبر ۱۹۵۲ء کو وزارت داخلہ کے ڈپٹی سیکرٹری کے نام کوئی مراسلہ لکھا تھا؟ جواب:- جی ہاں۔ سوال:- کیا دستاویز ڈی۔ ای ۲۱۰ اسی مراسلہ کی نقل ہے؟ جواب:- جی ہاں۔ سوال:- کیا یہ مراسلہ احرار احمدیہ تحریک کے متعلق ایک تحریری نوٹ (اگزبیٹ ڈی ای ۲۱۱) کے ساتھ تھا؟ جواب:- جی ہاں سوال:- کیا احرار احمدیہ تحریک کے متعلق چیف سیکرٹری پنجاب کی طرف سے وزیر اعظم کے نام کوئی اور رپورٹ بھیجی گئی تھی؟ جواب:- ۲۵ر جولائی ۱۹۵۲ء کو ملتان فائرنگ کے بعد وزیر اعظم کے تار کے جواب میں فائرنگ کے حادثہ کے متعلق چیف سیکرٹری پنجاب نے وزیر اعظم کو مفصل رپورٹ بھیجی تھی۔ اور ان حالات کے متعلق ان کے سیکرٹری کو بھی رپورٹ بھیجی گئی تھی۔ دستاویز ڈی ای ۲۱۴ مراسلہ کی کاپی ہے اور اس کے ساتھ والی رپورٹ کی کاپی دستاویز ڈی ای ۲۱۳ کی کاپی ہے۔ سوال:- اس مراسلہ کے حوالے سے کیا آپ یاد کر کے بتائیں گے کہ کیا روزانہ صورت حال کی رپورٹ صوبائی حکومت کی طرف سے مرکزی حکومت کو بھیجی جاتی تھی؟ جواب:- معینہ عرصہ کی رپورٹیں سی آئی ڈی کی طرف سے ڈائرکٹر انٹیلی جنس بیورو کو کراچی بھیجی جاتی تھیں۔ سوال:- کیا یہ درست ہے کہ جنوری اور فروری میں سی آئی ڈی روزانہ رپورٹ کراچی بھیجا کرتی تھی؟ جواب:- وہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد رپورٹ بھیجتی رہتی تھی (فائل نمبر ۱۹/۱۷ اگزبٹ ڈی ای ۲۱۵ ریکارڈ کے لئے پیش کر دی گئی تھی)

سوال:- کیا مرکزی حکومت کے ۱۴ر اگست کے اعلان کے اجراء نے کسی صورت میں احمدیوں کے خلاف تحریک کے محرکوں کی حوصلہ افزائی کی تھی اور مطالبات کو تقویت پہنچائی تھی؟ جواب:- انتظامی نقطہ نظر سے اس کا ناپسندیدہ اثر پڑا تھا۔ سوال:- آپ نے اپنے تحریری بیان میں کہا ہے کہ ۱۲ر جولائی کو وزیر اعلیٰ نے ایک کانفرنس کی جس میں دوسرے لوگوں کے علاوہ آپ، آئی جی پولیس، انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی بھی شریک ہوئے تھے۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ کانفرنس میں شرکت کرنے والے افسروں کو جب

وزیر اعلیٰ نے احرار کے ارادوں سے باخبر کیا۔ تو ان میں سے کسی نے ان کی تجویز سے اختلاف نہیں کیا؟

ج: وزیر اعلیٰ نے کہا تھا کہ احرار نے ان سے اقرار کیا ہے کہ وہ خود احمدیوں کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کریں گے۔ اور یہ کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ اپنا طرز عمل ٹھیک رکھیں گے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے ان کے خلاف کاروائی واپس لینے، ان کے رہنماؤں کے خلاف چلنے والے مقدمات کو واپس لینے اور ان لوگوں کو رہا کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جنہیں پہلے ہی سزا دی جا چکی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ کسی افسر نے اس تجویز سے اختلاف نہیں کیا۔ اور حکم کی تعمیل نہیں کی گئی۔ س: چیف سیکرٹری نے ہم سے کل کہا تھا۔ کہ نظم و نسق کے نقطۂ نظر سے وزیر اعلیٰ کا یہ فیصلہ مصلحت کے بالکل مطابق تھا۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟ ج: حکومت اس وقت اچھی پوزیشن میں تھی۔ اس کے ساتھ ہی تھا یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ نومبر ۱۹۴۹ء پاکستان پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت کاروائی لامتناہی مدت تک جاری نہیں رہ سکتی تھی۔ اسے منطقی اختتام تک پہنچانا تھا۔ اور اسے واپس لینے کا بہترین وقت وہ تھا جب حکومت کی پوزیشن مضبوط تھی۔ اور یہ خطرہ یہ تھا۔ کہ ان اقدامات کی افادیت ختم ہو جائے۔ س: کیا وزیر اعلیٰ نے احرار قیدیوں کی رہائی کا کوئی حکم ان کے اسباب بیان کرتے ہوئے قلمبند کیا تھا؟ ج: جی نہیں۔ لیکن مقامی ذمہ داروں کو تحریری احکام بھیجے گئے تھے۔ س: کیا آپ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوجرانوالہ کو بلایا تھا۔ اور انہیں ہدایت کی تھی۔ کہ وہ ۵ احرار کے خلاف علیحدہ علیحدہ چلنے والے ۹ مقدمات واپس لے لیں جن کی سماعت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوجرانوالہ کر رہے تھے؟

ج: گوجرانوالہ میں ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، صاحبزادہ فیض الحسن اور غالباً دوسرے لوگوں کے خلاف مقدمات چل رہے تھے اور حکومت کے ایک فیصلے کے مطابق جس سے ضلع مجسٹریٹوں کو ڈی۔ او۔ نمبر ۱۴۲ ایس ٹی بی۔ ایس ۵۲ (جس پر تحریری بیان کا ضمیمہ الف ہے) کے ذریعہ مطلع کیا گیا تھا۔ احرار کے صرف حامد الکین کے خلاف مقدمات باقی رکھے تھے اور دوسرے مقدمات واپس لے جانے والے تھے۔ وزیر اعلیٰ نے ۲۱ جولائی کو جب مقدمات واپس لینے کا حکم دیا۔ تو صاحبزادہ فیض الحسن اور دوسرے لوگوں کے خلاف بھی مقدمات واپس لے لئے گئے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوجرانوالہ بعد ازاں لاہور آئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے آئی جی پولیس اور آئی جی سی آئی ڈی سے ملاقات کی تھی۔

گواہ نے کہا میں فائل دیکھے بغیر یہ نہیں کہہ سکتا کہ مقدمے واپس لینے کی ہدایت انہیں زبانی دی گئی تھی۔ یا تحریری۔

س: وزیر اعلیٰ نے کیا آپ کو تحریری احکام دیئے تھے؟ ج: وزیر اعلیٰ نے احرار کو جو احکام دیئے تھے وہ زبانی تھے۔

س: کیا آپ نے جھنگ اور میانوالی کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو وائرلیس پیغامات بھیجے تھے جن میں یہ کہا گیا تھا کہ حکومت نے شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین کی قید کی باقی مدت معاف کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور انہیں فوراً رہا کر دینا چاہیئے۔ ج: جی ہاں۔ س: کیا یہ پیغام کسی ایسے حکم پر مبنی تھا۔ جو آپ کو تحریری طور پر دیا گیا تھا؟

ج: جی نہیں۔

(فائل نمبر ۱۶ (۳) ۱۹۹ اور ۱۶ (۳) ۹۴ اور وائرلیس پیغام کی ایک نقل ریکارڈ میں داخل کی گئی)

متعلقہ فائل دیکھنے کے بعد گواہ نے کہا کہ ۵ جولائی ۱۹۵۲ء کو افسروں کے ایک جلسے میں وزیر اعلیٰ نے فیصلہ کیا۔ کہ گوجرانوالہ میں ماسٹر تاج الدین اور شیخ حسام الدین کے خلاف مقدمے واپس لے لئے جائیں۔ کیونکہ سرگودھا میں انہیں ایک ایسے ہی مقدمے میں سزا مل چکی تھی ۱۴ جولائی ۱۹۵۲ء کو میں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوجرانوالہ کو ملا کر مذکورہ بالا فیصلے کے مطابق ہدایت کی۔

س: سرگودھا کی سزاؤں اور قیدیوں کا کیا حشر ہوا؟ ج: جھنگ اور میانوالی میں ان سزاؤں پر اس وقت عملدرآمد کیا جا رہا تھا جب ۲۱ جولائی ۱۹۵۲ء کو وزیر اعلیٰ نے فیصلہ کیا۔ کہ سزاؤں کی باقیماندہ میعاد معاف کر دی جائے۔ تو اس حکم پر بھی عملدرآمد کیا گیا۔

عدالت نے گواہ سے سوال کیا کہ کیا وزیر اعلیٰ نے دفعہ ۴۹۴ ضابطہ فوجداری کے احکام واپس لینے کے لئے کوئی تحریری حکم دیا تھا؟

ج: ۲۱ جولائی کو حکم قلمبند نہیں کیا گیا تھا۔

وکیل نے گواہ پر جرح جاری رکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کہ کیا سیکرٹری یا ڈپٹی سیکرٹری نے آئندہ کے لئے اس حکم کو قلمبند کر لیا تھا؟

ج: بعض اوقات احکام قلمبند نہیں کئے جاتے لیکن وزیر اگر زبانی حکم دیتا ہے تو تعمیل کی رپورٹ وزیر کو پیش کی جاتی ہے۔

س: کیا کوئی ایسا نوٹ قلمبند کیا گیا تھا۔ جس میں وزیر اعلیٰ کے زبانی حکم کو شامل کر لیا گیا تھا؟

ج: جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اس طرح کا کوئی نوٹ قلمبند نہیں کیا گیا۔ لیکن وزیر اعلیٰ کی زبانی ہدایات کی تکمیل کے لئے جو احکام جاری کئے گئے۔ انہیں اطلاع کے لئے ان کے سامنے رکھ دیا گیا تھا۔

س: کیا ۵ جولائی ۱۹۵۲ء کے جلسے کی کوئی روئداد قلمبند کی گئی تھی۔ جس کا حوالہ آپ نے ماسٹر تاج الدین اور شیخ حسام الدین کے خلاف مقدمے واپس لینے کے متعلق اپنے ۱۴ جولائی کے نوٹ میں حوالہ دیا ہے؟

ج: فائل نمبر ۱۶ (۳) ۹۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے چیف سیکرٹری کے ذریعے ۲۰ جولائی ۱۹۵۲ء کو وزیر اعلیٰ کے سامنے رکھا گیا تھا۔ فائل میں روئداد کی کوئی نقل نہیں ہے۔ لیکن ۱۷ جولائی ۱۹۵۲ء کے میرے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گوجرانوالہ میں ماسٹر تاج الدین اور شیخ حسام الدین کے خلاف چلنے والے مقدمات کو واپس لینے کا فیصلہ ۵ جولائی کو منعقد ہونے والے جلسے میں کیا گیا تھا۔ س: کیا آپ اس جلسے میں موجود تھے؟ ج: میں ضرور موجود ہوں گا۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

امریکہ اب اقتصادی امداد کی جگہ فوجی امداد دینا زیادہ پسند کرتا ہے

پاکستان کیلئے امریکی امداد کو مبالغہ کے ساتھ پیش نہ کیا جائے۔ مسٹر بٹلر کا بیان

نئی دہلی - ۲۷ جنوری برطانوی وزیر خزانہ مسٹر بٹلر نے ایک صحافی کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے پاکستان کے لئے امریکہ کی مجوزہ فوجی امداد کے سوال پر بحث کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس کے متعلق دو آزاد ممالک کے درمیان بات چیت چل رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ امریکی اقتصادی امداد کو کسی حد تک فوجی امداد میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے امریکی اقتصادی امداد کے رجحان سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مسٹر بٹلر نے خلوص نیت سے یہ امید ظاہر کی کہ پاکستان کے لئے امریکی فوجی امداد کے سلسلہ میں مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا جائے گا۔ اور پاکستان و بھارت دونوں ملکوں میں قومی تعمیر کے کام پر زیادہ توجہ دی جائے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ مجھے دوستانہ تعلقات کے ماتحت پاکستان کا دورہ کرنے کے مواقع ملے ہیں۔ بھارت سے بھی میرے دوستانہ تعلقات ہیں۔ میرا تاثر یہ ہے کہ دونوں ممالک میں سے کوئی بھی باہمی اختلافات کو طول دینا یا الجھانا نہیں چاہتا۔ جہاں تک پاکستان کی اقتصادیات کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو اپنا میزانیہ متوازن کرنے اور اناج کے ذخیرے فراہم کرنے کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

پاکستان اس وقت دفاع پر جو کچھ خرچ کر رہا ہے اس میں سے کچھ رقم اگر وہ دوسرے کاموں پر صرف کرے تو اس سے بہت زیادہ فائدہ ہوگا انہوں نے امید ظاہر کی کہ کوریا میں اور زیادہ پرامن صورت حالات پیدا ہونے اور چین میں کشیدگی کم ہو جانے کی وجہ سے مشرق اور مغرب کے درمیان تجارت میں اضافے کے مواقع پیدا ہو سکیں گے اس طرح اسٹرلنگ علاقے کو تقویت ملے گی لیکن فوجی اہمیت کے سامان پر پابندی جاری رہنی چاہیئے۔

دولت مشترکہ کے وزرائے خزانہ کی کانفرنس کے سلسلہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے مسٹر بٹلر نے کہا کہ دولت مشترکہ کے وزرائے خزانہ اب ایک دوسرے کے نظریات سے پوری طرح واقف ہو چکے ہیں۔ اور سڈنی کانفرنس کے دوران میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ (۱) عالمی تجارت (جس میں نصف سے زیادہ اسٹرلنگ علاقے کا سرمایہ لگا ہوا ہے) کے آئندہ توازن پر اعتماد کرنے کے کافی وجوہ موجود ہیں (۲) اسٹرلنگ علاقے نے اپنے وسائل کو اس حد تک ترقی دے دی ہے کہ اب وہ اپنے آپ کو مضبوط محسوس کرنے لگا ہے (۳) انہوں نے تجارت اور مالیات کے وسیع تر کا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ اور ایک ایسا اقتصادی نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو آزاد دنیا کے لئے ضروری ہے۔

جرمنی میں اسلحہ سازی کے کارخانے (بقیہ صفحہ ۴)

یہ اس شخص کا نام ہے جس نے کم و بیش ڈیڑھ سو سال قبل جرمنی میں اس عظیم کارخانہ کی ابتداء کی تھی کرپ کی اتنی تیز رفتار بحالی مقامی وسائل سے حاصل کئے ہوئے سرمائے اور غیر ملکی منڈیوں کی مانگ کی وجہ سے ممکن ہو سکی ہے۔ ایسے ماہروں کی مدد سے جو اپنے مال کے لئے گاہک پیدا کرنے کے فن سے خوب واقف ہیں۔ ان کی برآمدی منڈیوں کی وسعت روز بروز بڑھتی گئی۔ اس کے علاوہ دوسرے ملکوں میں اپنی مصنوعات کی مانگ بڑھانے کے لئے کرپ نے یہ بھی کیا کہ مصنوعات کی برآمد کے ساتھ ساتھ ایسے ٹیکنیکل ماہروں کی خدمات بھی مہیا کرنی شروع کر دیں جو کرپ کی بنائی ہوئی مشینوں کے استعمال کے طریقوں سے واقف تھے۔ اس پیشکش نے بھی بیرونی منڈیوں میں کرپ کی مانگ بڑھانے میں نمایاں حصہ لیا اور جرمنی کے اس پرعزم صنعت ساز کو دور افتادہ منڈیوں سے بہت بڑے ٹھیکے ملنے لگے۔

کرپ کے غیر ملکی ٹھیکوں میں ریل کے انجن ٹرک سے لے کر فولادی سامان کے کارخانوں کے لئے تمام ضروری سامان اور مشینیں مہیا کرنے تک کے آرڈر شامل ہیں۔ اور اس کے گاہکوں میں پاکستان بھارت، مصر، یونان۔ افریقہ۔ انڈونیشیا اور برازیل جیسے ممالک ہیں۔

اپنے کارنوں کی بحالی نے الفریڈ کرپ کو ایک بار پھر جرمنی کے صنعت سازوں کی صف اول میں لا کھڑا کیا۔ ایسن کے صنعتی شہر میں ملازموں کی سب سے زیادہ تعداد انہی کے کارخانوں میں کام کرتی ہے۔ اسوقت یہ تعداد ۳۵ ہزار ہے۔ جو ۱۹۲۶ء سے پچاس فیصدی زیادہ ہے "کرپ" کے ہاں ملازموں کی معاشرتی بہبود کا بھی بہت خیال رکھا جاتا ہے معمر ملازموں کو پنشن بھی دی جاتی ہے اور ہر ملازم کو بہت ہی آسان شرح پر رہائشی مکان بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "مزدور خوش دل کند کار بیش" کا اصول ... والوں نے بہت اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔

الفریڈ کرپ کے پڑدادا نے سو کروں کا ایک ... محل بنوایا تھا الفریڈ نے اپنا یہ موروثی مکان شہر والوں کے حوالہ کر دیا ہے۔ جس میں اس وقت آرٹ کے نادر ... نمونے رکھے گئے ہیں۔

"کیا کرپ کا کارخانہ ہتھیار کی منڈیوں میں زمانہ امن کے لئے کارآمد مصنوعات تیار کرتے کرتے پھر اسلحہ سازی شروع کر دے گا؟" اس سوال نے اس وقت بہتوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ فی الحال تو خود الفریڈ کرپ اور ان کے معتقد اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ لیکن اس کا فیصلہ صرف وقت ہی کرے گا کہ جرمنی پر اسلحہ سازی کے متعلق ملتوی شدہ پابندیاں ہٹنے کے بعد اس کارخانہ کی ...

(مغربی تہذیب کے دور انحطاط کا آغاز بقیہ صفحہ ۲)

کا طویل سفر طے کر کے ایک بڑے شہر کو جس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی پانچ منٹ سے بھی کم عرصہ میں نابود کر کے رکھ دیا۔ اگر چند ایٹم بم ایک پوری کی پوری قوم کو صفحۂ ہستی سے نابود کر سکتے ہیں۔ اور اسے محکوم بنا کر بے بس کر سکتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں نیشنلزم اس دنیا میں کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ اور اگر کسی نہ کسی شکل میں باقی رہ بھی جائے۔ تو وہ کیسے ایک زندہ قوت کہلا سکتا ہے۔ نیشنلزم کا دار و مدار قومی مملکتوں کی آزادی و خود مختاری پر ہوتا ہے۔ لیکن ایک ایسے دور میں نیشنلزم کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ جس میں آواز سے بھی زیادہ تیز رفتار بمبار طیارے ہیروشیما پر گرنے والے بم سے بھی ہزار گنا زیادہ تباہ کن قوت کے ساتھ ملکوں اور قوموں پر ایٹم بم گرا کر انہیں نیستی کا شکار بنا سکتے ہیں"۔

(The paradox of Nationalism Page 11)

یہ بتانے کے بعد کہ اب نیشنلزم کے آخری دن آ پہونچے ہیں۔ کیونکہ اگر مختلف قوموں نے اسے خیرباد نہ کہا تو ایٹم بم دنیا کے امن کو تہ و بالا کر کے اس کی قبر کھود کر رکھ دے گا۔ جولیش برونتھال نے اپنی کتاب کے آخر میں اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ کہ موجودہ ہولناک صورت حال سے کیا چیز انسان کو بچا سکتی ہے۔ اور نیشنلزم کی بجائے وہ کونسا نظام حیات ہے کہ جو انسان کو فلاح و نجات کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔ چونکہ نیشنلزم کی بنیاد ہی مادیت پر ہے۔ اس لئے برونتھال نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب تک مادی نظریات کو خیرباد کہہ کر اخلاقی و روحانی اقدار کو از سر نو اجاگر نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک دنیا کو نیشنلزم کے پھندے سے نجات نہیں ملے گی۔ اور تمام انسانیت کو ایک لڑی میں پرونے والے بین الاقوامی نظام کے لئے راستہ صاف نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"اس شیطانی چکر کو جس میں کہ انسان پھنس گیا ہے ایک عظیم اخلاقی اور روحانی جدوجہد کے ذریعہ ہی توڑا جا سکتا ہے۔ آج سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے دور کے تلخ حقائق اور اس کی ذمہ داریوں سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ اس نئے دور میں ناقابل بیان مصائب اور مکمل نیستی کے خطرات بھی ہیں اور بیسر حاصل زندگی کے خوشکن آثار بھی عوام میں سے ہر شخص پر یہ دونوں متبادل امکانات واضح کرنے کے لئے ہمیں پورے جذبہ و جوش کے ساتھ مہم چلانی چاہیئے کیونکہ تہذیب کو جو خطرۂ عظیم اس وقت درپیش ہے۔ وہ اسی قسم کی دیوانہ وار جدوجہد کا تقاضہ کر رہا ہے"

(The Paradox of Nationalism Page 100)

مسٹر برونتھال کے ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ اب دنیا مادیت اور نیشنلزم دونوں ہی سے تنگ آ رہی ہے۔ رفتہ رفتہ ان دونوں نظریات پر سے یقین کا اٹھتے جانا مغربی تہذیب کی زوال پذیری پر دلالت کر رہا ہے۔ اور صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب دنیا پھر اخلاق اور روحانیت کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور آدم کی اولاد کو پھر ایک ہی جھنڈے تلے جمع کر کے اخوت و مساوات کے اسلامی اصولوں کی فرمانروائی اپنے اوپر مسلط کرنا چاہتی ہے۔ الغرض یہ خفیف سی ذہنی تبدیلی ایک عظیم انقلاب کا پیش خیمہ بننے والی ہے۔ اس انقلاب عظیم کا جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے نبی پاکؐ کو مبعوث فرما کر پہلے ہی سے راہ ہموار کر دی ہے

دیو پیکر مشینیں جنگ کے دیوتاؤں کے دل پسند کھلونے تیار ...

تحقیقاتی عدالت (بقیہ صفحہ ۲)

س:- کیا آپ کو یاد ہے کہ یہ تجویز کرنے والا ... زیرا علیٰ کو پیش کی تھی؟

ج:- میں اب اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ فائل میں اس کے متعلق کچھ بھی نہیں ہے۔

س:- کیا ایسی کوئی متعلق کوئی اور فائل ہو سکتی ہے جس سے یہ بات معلوم ہو سکے؟

ج:- جی نہیں۔